ماخذ تحقیقی مجلہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

OPEN ACCESS

CC BY NC

**مسرت النساء**

پی ایچ ڈی سکالر، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس۔

**پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان**

ڈائریکٹر ایڈوانس سٹڈیز (سوشل سائنسز)، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس۔

# اقبال کا نصب العینی معاشرہ اور عصری اخلاقی مسائل

**Musarrat-Un-Nisa ***
Ph.D Scolar, Riphah International University , Faisalabad Campus.
**Prof. Dr. Muhammad Asif Awan**
Director Advance studies (Social Sciences), Riphah International University, Faisalabad Campus.
**Email:** musarratunnisa.iqbalstudies@gmial.com

## Iqbal's Ideal Society and Contemporary Moral Issues

Allama Muhammad Iqbal, a visionary philosopher and poet, proposed an ideal society that intertwined spiritual enlightenment, intellectual development and social justice. His concept of an ideal society was based on the foundational principles of self-realization, ethical responsibility and communal harmony. Iqbal's philosophy emphasized the need for a society where individuals were not only free to pursue personal growth but also committed to the collective well-being of humanity. He championed the ideas of spiritual awakening, unity and social justice, urging that societies thrive when these principles are actively upheld. In the context of contemporary moral issues, Iqbal's vision offers valuable insights into the ethical challenges faced by modern societies. Issues such as materialism, social inequality and the moral decline in modern times echo Iqbal’s concerns about the imbalance between material pursuits and spiritual fulfillment. His critique of globalization, coupled with the erosion of cultural identities, remains highly relevant in today’s interconnected world. Furthermore, Iqbal’s emphasis on education as a tool for

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

cultivating both intellectual and moral character speaks to the ethical gaps in today's educational systems where knowledge often overlooks the importance of ethical development. Iqbal's ideal society, though rooted in timeless values provides a critical framework for addressing the complexities of modern life, advocating for a holistic approach where spiritual, intellectual and moral dimensions of human existence are harmonized for societal progress.
**Key Words:** *Ethical Responsibility, Ideal Society, Materialism, Self-Realization, Social Inequality, Social Justice, Spiritual Enlightenment, Unity and Brotherhood.*

علامہ محمد اقبال بر صغیر پاک و ہند کے عظیم شاعر اور دانشور تھے جنھوں نے اپنی زندگی مسلمانوں کی فکری بیداری و روحانی ترقی کے لیے وقف کر دی۔ اُن کی مقصدیت پر مبنی شاعری انسانیت کی بقا، امن و رواداری اور مساوات ایسی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ترویج کا ذریعہ ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کو حفاظت خودی کا درس دیا جو انسان کو شعور ذات اور مقصدِ حیات سے روشناس کراتا ہے۔ اقبال کا خواب ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا تھا جو امن و سکون، عدل و انصاف اور احترامِ آدمیت پر مبنی ہو اور جس میں ہر فرد انسانیت کی عظمت کو پہچان کر اپنی ذمہ داریاں بہ طریقِ احسن پورا کرے۔ اقبال اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ ایک پُر امن اور مستحکم معاشرہ اس وقت ہی وجود پذیر ہو سکتا ہے جب افراد میں روحانی بیداری اور اخلاقی ارفیعت پیدا ہو۔ اُن کی فکرات و تفلسف کا مرکز "انسانِ کامل" یا "مردِ مومن" ہے جو اپنی بیدار و استوار خودی کے بل بوتے پر اخلاق و کردار کے اعلیٰ مقام پر پہنچتا ہے۔ اقبال کے نزدیک "انسانِ کامل" ایک ایسی ہستی ہوتی ہے جو اپنے کردار و افعال سے معاشرے میں امن، محبت اور انصاف کے اُصولوں کو فروغ دیتی ہے۔ فردِ کامل خود اعتمادی، بلند حوصلگی اور اخوت ایسے جذبات سے سرشار ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی ذاتی احتیاجات و خواہشات سے بلند ہو کر قوم کی فلاح و بہبود کے لیے مسلسل کوشاں رہتا ہے۔ اقبال کے فلسفہ و فکر کا محور "خودی" دراصل فرد کی اپنی صلاحیتوں، قابلیتوں اور مقصدِ حیات کے ادراک کا نام ہے کیونکہ جب انسان اپنی خودی کو پہچان لیتا ہے تو تکمیلِ ذات اور فکر و عمل میں وسعت کے مراحل اُس کے لیے بہت سہل ہو جاتے ہیں۔ تعینِ ذات اور خودی کا یہی شعور افراد کو معاشرتی بھلائی کے لیے پیہم جدوجہد پر آمادہ کرتا ہے۔ ایسے تربیت یافتہ افراد دوسروں کے حقوق کا احترام کرتے ہیں اور اپنی توانائیوں کو ایک پر امن، فلاحی اور خوشحال معاشرے کے قیام میں صرف کرتے ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

> " اقبال نے خودی کی توسیع و بقا کو اپنے فلسفہ تمدن کا سنگِ بنیاد قرار دیا ہے۔ اس لیئے کہ زندگی کی تمام قدروں کی تخلیق و تکوین نفس انسانی کے توسط سے عمل میں آتی ہے۔ جس نظامِ تمدن میں انفرادی قوتِ ایجاد کمزور ہو جائے وہ اپنی تباہی کا سامان خود اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے۔ انسانی زندگی کی قدروں کے معیار ایک طرف تو معرفتِ ذات اور دوسری طرف غیر خود یعنی فطرت اور معاشرے سے تعلق کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ خودی جب تک اقدار و مقاصد کی تخلیق کرتی ہے۔ اس وقت تک انسانی زندگی کی نمو پذیری جاری رہتی ہے۔ اسی "زورِ خودی" کی بدولت حیاتِ عالم اور زندگی کی استواری پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ وحدت ہے جو زندگی کے نظم و ضبط کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس نقطے کے گرد انسانی شخصیت اپنا استحکام و تحقیق اور اپنے آپ کو کائنات میں مؤثر بنانے کا سامان بہم پہنچاتی ہے۔"(۱)

فکراتِ اقبال میں رواداری، معاشرتی انصاف اور جُہد مسلسل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ روحانیت اور اخلاقی اقدار سے عاری مغربی تہذیب بالخصوص اُن کی تنقیدات کا مرکزی موضوع رہی ہے۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ اقوامِ یورپ نے امورِ سلطنت میں دین سے لاتعلقی اختیار کر کے اپنے معاشرے میں کئی خرابیوں کی بنیاد رکھ دی ہے۔ یورپی معاشرہ میں آدمی کی حیثیت محض ایک مٹی کے پتلے کی ہے اور اس کی زندگی کا قافلہ یونہی بے مقصد چل رہا ہے۔ مزید بر آں مادی آسائشوں کا حصول تو اُس کی توجہ کا مرکز ہے لیکن روحانیت کی طرف کوئی توجہ نہیں جس کی بدولت انسانیت اپنی معراج کو پہنچتی ہے۔ اُن کے خیال میں مغرب کی مادہ پرست تہذیب صرف دولت جمع کرنے اور سود بڑھانے پر کمربستہ ہے۔ انسانی اخلاقیات اور کردار کی عظمت کا حصول اُس کا مقصد نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تعلیمات و افکار کو انھوں نے امن اور بھائی چارے کا سرچشمہ قرار دیا۔ اُن کے نزدیک ایک اسلامی معاشرہ ہی دنیا میں حقیقی سکون اور انصاف کا ضامن بن سکتا ہے۔ اقبال کی نظر میں قرآن مجید کے اُصول معاشرتی بہبود اور اخوت و مساوات کو فروغ دینے میں ممد و معاون ہیں اور ان اُصولوں کے اطلاق سے ایک پر امن عالمی معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔

> "اقبال کے مثبت فکری کارناموں میں خاص اہمیت اس امر کو حاصل ہے کہ انھوں نے ایک عالمگیر انسانی نصب العین کی طرف حکمائے مغرب کو بلایا۔ انھوں نے قرآن حکیم کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06



> تعلیمات کو عمرانی علوم اور حیاتیاتی علوم کی روشنی میں از سر نو مرتب کر کے مغرب اور مشرق دونوں کو وحدت انسانی کی دعوت دی۔"(۲)

اقبال کا نصب العین قرآن حکیم اور سنتِ رسول ﷺ ہے۔ اس کے مثالی معاشرے میں رنگ، نسل، زبان، علاقہ اور قبیلہ کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاقی کردار و اقدار کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اقبال نے مضبوط اخلاقی اقدار پر مشتمل نظامِ فکر قرآن ہی سے اخذ کیا ہے۔ اُن کے نزدیک انسان کی عظمت و شرف اس کے سیاسی مرتبے، معاشرتی حیثیت یا معاشی درجہ بندی پر منحصر نہیں بلکہ اخلاقی اور مذہبی اقدار سے منسلک ہے۔ وہ مذہبی رواداری، برداشت، رزق حلال اور محنت کی عظمت کے قائل ہیں۔ فکراتِ اقبال کی رُو سے نصب العینی معاشرہ وہی ہے جس میں اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہو اور انسان اللہ کریم کے ودیعت کردہ منصب خلافت کو بہ طریق احسن سر انجام دیں۔ اُسوہ رسول اکرم ﷺ پر عمل ہو، سچ کی فرماں روائی ہو، انفرادی اختلاقات کا احترام کیا جائے۔ مخصوص صلاحیت کے فروغ کے لیئے وسیع مواقع فراہم کیئے جائیں، شخصیت پرستی و مذہبی منافرت سے اجتناب برتا جائے اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کو بھرپور فروغ حاصل ہو۔

> "کوئی فردِ کمال کے درجے تک پہنچنا چاہیے تو اسے کمال کی ارتقائی منزلوں کو طے کرنے کے لیے ایک اچھے معاشرے، دوسرے لفظوں میں ایک باشعور و خود دار اور اعلیٰ اخلاقی قدروں پر مبنی ملت کی ضرورت ہو گی۔ یہ ملت اقبال کے نزدیک ملّت اسلامیہ ہے۔ ملت اسلامیہ میں رنگ و نسل اور زبان و مکان کی وہ سختیاں اور پابندیاں نہیں جو بنی نوع انسان کی ہلاکت کا وسیلہ رہیں ہیں اور جن کے سبب عہدِ حاضر کی تمدنی زندگی تباہ ہو کر رہ گئی ہے، اس میں تمیز بندہ و آقا سماجی جُرم ہے۔ اس میں کسی کو صرف اس بناء پر کوئی رعایت یا ترجیح نہیں دی جاسکتی کہ وہ نسل و منصب کے لحاظ سے دوسرے سے بہتر ہے۔ ملت اسلامیہ کا نظام مساوات پر مبنی ایک مثالی نظام ہے۔ جس میں آزادی، عدل جوئی، انفرادی ترقی اور بے خوف زندگی بسر کرنے کی ضمانت دی گئی ہے۔"(۳)

ایک طرف فکراتِ اقبال سے متشکل اقبال کا نصب العینی معاشرہ اپنی مکمل جزئیات کے ساتھ منصۂ شہود پر آنے کا منتظر ہے اور دوسری طرف عہد جدید میں مسلمان اپنے تشخص کے حوالے سے فکری و نظری بحران کا شکار ہیں۔ اُن کی انفرادی واجتماعی خودی بے حد کمزور ہو چکی ہے۔ معاشرتی و سماجی ہوں یا سیاسی و معاشی الغرض تمام

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

پہلوؤں سے اسلامی معاشرہ اخلاق باختہ ہو چکا ہے۔ روایتی فکری گھٹن نے انسان سے آزادیٔ ارادہ اور قوت عمل کو چھین لیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عصری اخلاقی و مذہبی مسائل کا حل فکرِ اقبال میں تلاش کیا جائے۔ علامہ اقبال نے مشرق و مغرب کے علمی سرچشموں سے فیض حاصل کیا لیکن اُن کے تفکر و تفلسف میں اولین حیثیت اسلامی تعلیمات کو ہی حاصل رہی۔ اقبال کا نظریہ اخلاق بھی انہی بنیادوں پر قائم ہے۔ انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے کے لیے اسلام نے جو طریقے بیان کیے ہیں۔ علامہ اقبال نے اُن کی معنویت اور آفاقیت بھرپور انداز سے اُجاگر کیا ہے اور عہدِ حاضر کی ضرورتوں اور جدتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجتہدانہ انداز میں ان کی توضیح و تشریح کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

اقبال کے فکر و تفلسف میں جن رذائل اخلاق کی بھرپور مذمت کی گئی اور جو اقبال کے نصب العینی معاشرہ کے حصول میں سدِراہ ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

**حرص وخوف:**

اقبال بنی نوع انسان کے لیے حرص و ہوس اور خوف و ہراس کو سب سے بڑا فتنہ گردانتے ہیں۔ دولت بجائے خود بری چیز نہیں، اہل جاہ و حشم نہ صرف دوسرے حاجت مندوں کی مدد کرتے ہیں بلکہ دینی و دنیاوی فلاح و بہبود کے کاموں کی انجام دہی میں مدو معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اقبال مخیر دولت مندوں کو معاشرے کے مختلف طبقات کے مابین توازن کی ضمن میں بے حد اہم قرار دیتے ہیں۔ مگر دولت کی حرص و ہوس خودی کے لیے زہر قاتل ہے۔۔ خوف و ہراس اور حرص و ہوس اِن اخلاقی رذائل کا اقبال ایک ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ حرص دراصل افلاس و خستگی کے خوف کا مظہر ہے۔ اسی طرح جان یا مال کے ضیاع کا خوف بھی انسانی خودی کے ضعف کا باعث بنتا ہے۔ لالچ اور بزدلی ایسے اخلاقی امراض بخیلی اور خود غرضی پر منتج ہوتے ہیں۔

آنکہ بود اللہ اور اساز و برگ
فتنہ او حبِّ مال و ترسِ مرگ (۴)

اُردو ترجمہ: "وہ مسلمان جس کی زندگی کا ساز و سامان خدا تھا، اس کا فتنہ مال کی محبت اور موت کا خوف ہے۔ کبھی ایک مسلمان اپنے جان و مال کو خدا کی امانت / ملکیت سمجھتے ہوئے ان کی قربانی میں دریغ نہیں کرتا تھا لیکن اب اس میں وہ بات نہیں رہی۔"(۵)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

اقبال خوف کو نہ صرف عرفانِ ذات اور ضبطِ نفس کے ضمن میں زبردست رکاوٹ خیال کرتے ہیں بلکہ وہ خوفِ الٰہی کے علاوہ ہر قسم کے خوف کو شرک ایسے قبیح گناہ کے مترادف سمجھتے ہیں:

خوفِ حق عنوان ایمان است و بس
خوفِ غیر از شرک پنہاں است وبس [۶]

اُردو ترجمہ: ”خوفِ حق، ایمان کی نشانی ہے۔ خوفِ غیر، ایمان کی نفی ہے، کیونکہ غیر سے وہی ڈرتا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا۔“[۷]

حرص و خوف نہ صرف خودی شکن رذائل ہیں بلکہ خوف زدہ اور بزدل انسان مال کی قربانی اور جوانمردی اور حق گوئی سے بھی احتراز برتتا ہے۔ اقبال کا انسانِ کامل قلندرانہ خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ جو مال کے چھن جانے، حیات و موت کی کشمکش اور ہر قسم کے مصائب آلام سے بے خوفی سے نبرد آزما رہنے کی صلاحیت سے مالا مال ہوتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب دین سے بے اعتنائی ہے، غربت و افلاس ہر گز نہیں۔ وہ ملتِ اسلامیہ کے جوانوں کو جسور و غیور دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ قوت و طاقت، صدق و یقین اور خودداری ایسی صفات و خصوصیات افرادِ ملت کے لیے حصول نصب العین اور تابناک مستقبل کی ضامن ہیں:

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر، تو نگری سے نہیں
اگر جواں ہوں مری قوم کے جُسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں
سب کچھ اور رہے، تو جِس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں
اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تو نگری سے نہیں [۸]

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

**سوال:**

اقبال مضبوط قوتِ ارادی، خود داری اور جہدِ مسلسل کے قائل ہیں کیونکہ یہ اخلاقی اقدار نصب العینی معاشرہ کی تشکیل کے ضمن میں بے حد ضروری ہیں۔ قوائے عملی کے کمزور پڑ جانے سے افرادِ معاشرہ کی تخلیقیت، ندرتِ فکر اور غیرت و حمیت بھی کافور ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ خوشامد کرنے، دوسروں کا بے جا احسان اُٹھانے اور گداگری کے عادی ہو جاتے ہیں۔ سائل یا گدا صرف وہ شخص نہیں جو دوسروں سے معاشی طور پر مستفید ہو بلکہ ہر وہ شے جو بغیر محنت و مشقت کے حاصل ہو بھیک کے زمرے میں آتی ہے:

بندۂ حق بندۂ اسباب نیست
زندگانی گردشِ دولاب نیست
مسلم استی بے نیاز از غیر شو
اہل علم را سراپا خیر شو
پیشِ منعم شکوہ گردوں مکن
دستِ خویش از آستیں بیروں مکن
چوں علیؓ درساز بانانِ شعیر
گردنِ مرحب شکن خیبر بگیر
راہ دشوار اَست کم بگیر
در جہاں آزاد زی آزاد میر (۹)

اُردو ترجمہ: "خدا کا بندہ اس مادی دنیا کا غلام نہیں ہے زندگی رہٹ کی طرح گردش نہیں کرتی، رہٹ یعنی کنویں سے پانی نکالنے کا ڈول بس کنویں تک ہی محدود رہتا ہے جبکہ انسانی زندگی ہر لمحہ آگے بڑھنے کا نام ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان اس دنیا سے بے نیاز رہے اور صرف اپنے مالک یعنی اللہ سے لَو لگائے رکھے۔ اگر تو (صحیح معنوں میں) مسلمان ہے تو ماسوا اللہ سے بے نیاز ہو جا اور یوں دنیا والوں کے لیے سراسر خیر بن جا، جب اِس دنیا سے تو بے نیاز ہو گا، تیرا کوئی دنیاوی مفاد نہیں ہو گا تو تو بنی نوع انسان کا خیر خواہ بن جائے گا جو اسلام کی تعلیمات پر گویا تیرا عمل ہو گا۔ تو کسی دولت مند یا سخی کے آگے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

گردشِ آسمان یعنی تقدیر کا شکوہ نہ کر اور اپنا ہاتھ اپنی آستین سے باہر نہ نکال۔ اللہ سے لو لگانے اور دنیاوی فوائد سے بے نیازی کا یہی تقاضا ہے کہ تو کس دنیاوی منعم کے آگے ہاتھ پھیلانے کی بجائے اپنے مولا سے مانگے اور جو کچھ ملے اس پر قناعت کرے۔ تو حضرت علیؓ کی طرح جَو کی روٹی یعنی سادہ معمولی خوراک پر ہی قناعت کرنا سیکھ اور مرحب کی گردن توڑ اور خیبر فتح کر۔ حضرت علی دلیر جذبوں کے مالک تھے۔ اعلیٰ خوراک یا دنیاوی فائدے ان کے پیش نظر نہ تھے۔ انھوں نے اپنی دلیری و شجاعت سے ایک باطل قوت کا خاتمہ کیا۔ راستہ (زندگی کا) بڑا کٹھن ہے، سامان کم ہی لے کر چل اور اس طرح دنیا میں آزاد زندگی بسر کر اور آزادی کی موت مر۔ اپنی حاجتیں کم سے کم رکھ، سادہ زندگی بسر کر کہ اسی سے تو باعزت اور باوقار زندگی بسر کر سکے گا۔"(۱۰)

اقبال انفرادی اور اجتماعی احتیاجات کے قائل ہیں مگر ان احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنے کے روادار نہیں ہیں جو خودی سوز اور عزتِ نفس کو مجروح کرنے کا باعث بنیں:

حاجت سے مجبور مردانِ آزاد
کرتی ہے حاجت شیروں کو رُوباہ
محرم خودی سے جس دم ہوا فقر
تو بھی شہنشاہ، میں بھی شہنشاہ!
قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سُلطاں کی درگاہ (۱۱)

اقبال کے نزدیک بغیر سوچے سمجھے دوسروں کی تقلید اور ان کے افکار اپنا کر اپنے نام سے پیش کرنا بھی ایک طرح کی گداگری اور ضعفِ خودی کی شکل ہے:

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟ (۱۲)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

اقبال پائیدار اور مستحکم خودی کو انسان کامل اور مثالی معاشرہ کی تشکیل کے ضمن میں ایک لازمی امر سمجھتے ہیں جس کا حصول سعی مسلسل اور اَن تھک جدوجہد سے ہی ممکن ہے۔

خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تیری پنہاں ہے ترے خون جگر میں
اے پیکر ِ گِل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ ! (۱۳)

## قناعت وانکساری

قناعت سے مراد ہے جو کچھ میسر ہے اسی پر صابر شاکر رہنا اور خوب سے خوب تر کی جستجو سے پہلو تہی کرنا۔ اسی طرح انکساری سے مراد ہے اپنے آپ کو معمولی اور دوسروں سے کمتر جاننا۔ بظاہر دونوں صفات اچھی ہیں اور دین اسلام کی بعض تعلیمات بھی ظاہراًان کی حامی معلوم ہوتی ہیں مگر اقبال کو ان صفات کی افراط پر اعتراض ہے۔ بعض غیر اسلامی تفکرات کے زیر اثر مسلمان صوفیا نے قناعت و انکساری کی عجیب و غریب تشریحات و توضیحات متعارف کروائی ہیں جو قوائے عملی وفکریہ کے جمود کا باعث بنیں۔ "قناعت" کا یہ مفہوم وضع کیا گیا کہ محنت وکاوش، جستجو، خوب سے خوب تر کی تلاش کا عمل محض سعی لاحاصل ہے۔ تقدیر میں روزِ ازل سے جو کچھ لکھ دیا گیاہے وہ اٹل ہے اور انسان کو چاہیے کہ وہ قسمت کے فیصلوں پہ "راضی بہ رضا" رہے۔ اس طرح انکساری دراصل دوسروں کی خوشامد کرنے اور اپنی شخصیت سے غفلت برتنے کے مترادف بن چکی تھی۔ اقبال اس قسم کے سفلی اور منفی اخلاق سے سخت بیزار تھے کیونکہ یہ طرز عمل اُن کے فکر وتفلسف کے مرکزی تصور خودی کے فروغ واستحکام اور نصب العینی معاشرہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اقبال ترقی وارتقا کے نقیب ہیں۔ وہ فقر و استغنا کے تو حامی ہیں لیکن بے کسی، محکومی اور مسکینی سے مملوء، قناعت وانکساری اُن کے لیے ہر گز قابل قبول نہیں۔

عفوِ بیجا سردیٔ خون ِ حیات
سکتہ در بیت ِ موزونِ حیات
ہر کہ درقعرِ مذلّت ماندہ است
ناتوانی راقناعت خواندہ است

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06



ناتوانی زندگی را رہزن است
بطنش از خوف و دروغ آبستن است
از مکارم اندرون او تہی است
شیرش از بہرِ ذمائم فربہی است
زندگی کشت است و حاصل قوت است
شرحِ رمز حق و باطل قوت است
از رموز ِ زندگی آگاہ شو
ظالم و جاہل زغیر اللہ شو (۱۴)

اُردو ترجمہ: "بے جا معافی کے رحجان سے زندگی کے خون میں سردی آجاتی ہے ۔ جیسے زندگی کے موزوں شعر میں سکتہ واقع ہو جائے۔ جو شخص ذلت کی گہرائی میں پڑا ہوا ہے وہ اپنی توانائی کو قناعت کہتا ہے۔ ناتوانی زندگی کے لئے ایک رہزن ہے۔ اُس کے بطن میں خوف اور جھوٹ پنپتے ہیں۔ اُس کا باطن اچھے اوصاف سے خالی ہے۔ اس کے دودھ سے برائیاں فربہ ہوتی ہیں۔ زندگی کھیتی ہے اور قوت اس کا حاصل ہے اور حق و باطل کے راز کی شرح ہی قوت ہے۔ زندگی کے رازوں سے آگاہ ہو اور اللہ کے علاوہ جو کچھ ہے اس پر سخت گیر اور اُس سے بے تعلق ہو جا۔" (۱۵)

اقبال مسلمانوں کو جامد تقدیرات اور بے عمل قناعت ایسے تصورات اور طرزِ حیات کو ترک کر کے فکری تحرک اور تمام تر توانائیوں کے ساتھ پیہم جدوجہد پر آمادہ کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک کائنات میں تخلیق کا عمل جاری وساری ہے۔ یہ کائنات ابھی ناتمام ہے۔ کئی تقدیریں ابھی بن رہی ہیں جو بعد میں نمودار ہوں گی۔ لہٰذا ایک ناکامی سے مایوس نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ اپنی سیرت و کردار کو علم و عمل سے اس قدر پختہ اور آراستہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کسی نئی اور بہتر تقدیر کی آرزو کی جا سکے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالم رنگ و بُو پر

چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے ، پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں (۱۶)

**حزن ویاس**

حزن ویاس کو اقبال نے اُم الخبائث قرار دیا ہے جو نہ صرف خودی کو کمزور کر دینے والی اخلاقی برائیاں ہیں بلکہ بالآخر زندگی آمیز آرزوں، اُمیدوں اور خواہشوں کے خاتمہ کے ساتھ نفسیاتی امراض پر منتج ہوتی ہیں۔ اقبال اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ جو ہر زندگی حصولِ نصب العین کی بجائے منزل مقصود کے لیے کی جانے والی پیہم ، گرم جوش اور اَن تھک جدوجہد میں پوشیدہ ہے۔

مرگ راسا ماں زقطع آرزو ست
زندگانی محکم از لَاتَقنَطو است
تا امید از آرزوے پیہم است
نا امیدی زندگانی راسم است
نا امیدی ہمچو گور افشاردت
گرچہ الوندی زپامی آردت
ناتوانی بندہ احسان او
نامرادی بستۂ دامان او
زندگی رایاس خواب آور بود
ایں دلیل سستی عنصر بود
چشم جاں را سرمہ اش اعمیٰ کند
روزِ روشن را شب یلدا کند

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06



از دمش میرو قوائے زندگی [۱۷]
خشک گردد چشمائے زندگی

اُردو ترجمہ: "اگر انسان اپنے سینے کو آرزو سے خالی کر لے اور کامیابی سے مایوس ہو جائے تو یہ مایوسی اور ناامیدی اس کے حق میں پیامِ موت بن جائے گی۔ یعنی زندگی نام ہے ہر دم نئی تمنائیں دل میں پیدا کرنے اور ان کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے کا۔ نااُمیدی سے ناتوانی اور نامرادی پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ انسان کی تمام قوتیں فنا ہو جاتی ہیں بلکہ زندگی کے چشمے ہی خشک ہو جاتے ہیں۔ [۱۸]

فکراتِ اقبال درس اُمید سے مملؤ ہے۔ اُن کی شاعری ہو یا نثر دونوں شکوک وشبہات، خوف وہراس اور حُزن ویاس ایسے قاطعِ حیات عناصر سے قطعی پاک ہیں۔ وہ اپنے تخیل کی ندرت اور افکار کی تازگی سے مثبت وحیات افزاء منازل تک قارئین کی رہنمائی کرتے ہیں۔

اقبال حزن وملال، غم، حسرت، نااُمیدی ایسے امراض سے سخت بیزار ہیں جو افراد معاشرہ کی خودی کے ساتھ ساتھ قوائے رومانی وفکری کو بھی پست کر دیتے ہیں۔ مایوسی انسانی صلاحیتوں اور فطرت کی ودیعت کردہ قوتوں کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے۔

" اقبال یاس کا دشمن ہے کیونکہ یاس زندگی کے مخالف ہے اور امید زندگی کا سہارا۔۔۔۔ یاس انسانی روح کا ایک مرض ہے یہ مرض ہر ایک روح کو کبھی کبھی لاحق ہوتا ہے۔ مگر وہ روحیں جو طبعاً تندرست ہوں اس کے اثر میں دیر تک نہیں رہتیں۔۔۔۔ یاس کی طرح حزن اور خوف بھی افرادِ اقوام کے لیئے بہت بڑی بیماریاں ہیں۔ یہ قوت عمل کو تباہ کرتی ہیں اور روح کو کمزور کر دیتی ہیں۔"[۱۹]

مایوسی کی طرح رنج وملال کو بھی اقبال خودی کی نمو واستحکام کے ضمن میں سخت مضرت رساں سمجھتے ہیں کیونکہ یہ بلند خیالی، جدوجہد اور ہمتِ عالی کو مفلوج کر دیتا ہے۔

خفتہ با غم در تہ یک چادر است
غم رگ ِ جاں را مثال نشتر است
اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06



از نبیؐ تعلیم لَا تحزن بگیر
ایں سبق صدیق را صدیق کرد
سر خوش از پیمانۂ تحقیق کرد
از رضا مسلم مثال کوکب است
در رہ ہستی تبسم بر لب است (۲۰)

اُردو ترجمہ:" وہ (مایوسی) غم کے ساتھ ایک ہی چادر کے اندر سوتی ہے۔ جبکہ غم رگِ جان کے لیے نشتر کا کام کرتا ہے۔ گویا مایوسی اور غم دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور غم انسانی زندگی کے لیے بڑا ہی خطرناک ہے۔ تو جو غم کے قید خانے میں محبوس ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے "لَا تحزن" کی تعلیم حاصل کر۔ اس شعر میں سورۃ (التوبہ) آیہ ۴۰ کے حوالے سے بات ہوئی ہے۔ اس کے مطابق جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ ﷺ تھے، جس وقت کہ دونوں غار میں تھے، جب کہ آپ ﷺ اپنے ہمراہی (حضرت ابوابکر صدیقؓ) سے کہہ رہے تھے کہ تم کچھ غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ غارِ ثور میں پناہ کے دوران حضور ﷺ نے یہ الفاظ حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے فرمائے تھے جو اُس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ اس سبق نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو صدیق بنادیا اور حقیقت کے پیانے سے انہیں سرمست و سرشار کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ان (ابو بکرؓ) میں ہمت پیدا ہوئی اور تعاقب کرنے والے دشمنوں کا خوف ان کے دل سے نکل گیا چونکہ وہ آخر وقت تک حضور ﷺ کے ساتھ غارِ ثور میں رہے، اس لیے مخلص اور نہایت سچے قرار پائے۔

"رضا کے باعث مسلمان ایک روشن ستارے کی مانند ہے۔ زندگی کی راہ میں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے۔ تمام قدرت و قوت صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ اس لیے اس کی رضا کا طالب ہونا راضی بہ رضا ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان عملاً اس کا مظاہرہ / اظہار کرتا ہے تو اس کا دل ہر طرح کے خوف اور غم سے محفوظ ہوتا ہے اور وہ کسی بھی مصیبت وغیرہ میں نہیں گھبراتا بلکہ اسے خدا کی رضا سمجھتے ہوئے خوشی خوشی برداشت کرتا ہے۔"(۲۱)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

حزن و ملال، خوف و ہراس، رنج و غم، مصائب و آلام الغرض تمام اقسام کے اخلاقی مسائل و امراض کا اللہ بزرگ برتر کی وحدانیت پر پختہ ایقان، صدق و شوق اور مستحکم و پائیدار خودی سے ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ تفکراتِ اقبال کی رُو سے اعلیٰ اخلاقی و تمدنی اقدار کی بنیاد عقیدہ توحید میں مُضمر ہے۔ توحید کی برکات حب غیر اللہ، خوف غیر اللہ سمیت تمام اقسام کے اخلاقی امراضِ خبیثہ سے نجات دلا کر انسان کو نیابت الٰہی کے منصب پر فائز کرتی ہیں۔

تا عصائے لا الٰہ داری بدست
ہر طلسم خوف را خواہی شکست
ہر کہ حق باشد چوجاں اندر تنش
خم نگردد پیش باطل گرد نش
خوف را در سینہ او راہ نیست
خاطرش مرعوب غیر اللہ نیست
بایکی مثل ہجوم لشکر است
جاں بچشم او زباد ارزاں تر است (۲۲)

اُردو ترجمہ: "جب تک تیرےؐ ہاتھ میں "لا الٰہ" کا عصا ہے توڈر اور خوف کے طلسم / جادو کو توڑ کے رکھ دے گا۔ انسان جب صرف خدا ہی کو حاکم مطلق اور معبود مطلق مانے گا تو وہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی خوف زدہ نہیں ہو گا۔ جس کسی کے جسم میں حق (خدا) جان کی طرح موجود ہے، اُس کی گردن کسی باطل قوت کے آگے نہیں جھکتی۔ توحید خدا پر ایمان کامل کے نتیجے میں اس میں وہ قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ کسی بھی مادی قوت سے نہیں دبتا۔ ایسے انسان کے سینے / دل میں خوف کا گزر ہو ہی نہیں سکتا، اس کا دل ماسوا اللہ سے مرعوب نہیں ہوتا۔ خدا پر پختہ ایمان رکھنے اکیلا ہونے کے باوصف ایک بہت بڑے لشکر کی صورت ہوتا ہے۔ اس کی نظروں میں اس کی اپنی جان ہوا سے بھی زیادہ سستی ہے۔ ایسا مرد مومن باطل قوتوں سے نہ ڈرنے کے باعث اکیلا ہی ان کی کثرت کی پروا کیے بغیر ان سے ٹکر لے لیتا ہے اور اسے اپنی جان کی بھی ذرا پروا نہیں ہوتی۔"(۲۳)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

توحیدِ کامل کا تصور انسان کو خشوع، صبر و تشکر، اطاعت و توکل کی دولت سے مالا مال کرنے کے ساتھ ساتھ تمام تر نفسانی خواہشات، اغراض و حاجات سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اقبال کے نزدیک عقیدہ توحید باطنی انقلاب کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جو مردِ مومن کو کینہ، حسد، جھوٹ، خوشامد، بزدلی اور ریاکاری ایسی قباحتوں سے بچا کر نصب العینی معاشرہ کی تشکیل میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

دیں ازو حکمت ازو آئین ازو
زور ازو قوت ازو تمکین ازو
پست اندر سایہ اش گردد بلند
خاک چوں اکسیر گردد ارجمند
قدرت او برگزیند بندہ را
نوع دیگر آفریند بندہ را
چوں مقامِ عبدہ محکم شود
کاسئہ دریوزہ جامِ جم شود (۲۴)

اُردو ترجمہ: ”خدا کی توحید میں دین، حکمت اور آئین سب کچھ ہے اور اسی توحید سے زور، قوت اور شان و دبدبہ ہے۔ ملت کے افراد جب عملاً توحید پر ایمان لاتے ہیں تو اس کی بدولت ان میں زور و قوت اور دبدبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس (توحید) کے سائے میں آکر پست بھی بلند ہو جاتا اور خاک، اکسیر کی مانند اہمیت و وقعت کی حامل بن جاتی ہے۔ توحید پر کامل ایمان کے باعث ایک عام انسان میں وہ قوتیں اور صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے عظمت و سربلندی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ توحید کی قدرت و قوت بندے کو چن لیتی ہے اور اس کی تخلیق دوسرے انداز میں کر دیتی ہے۔ توحید پر ایمان اور عمل سے انسان دنیا میں ایک برگزیدہ فرد بن جاتا اور اس کی زندگی میں ایک نئی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ جب ”مقام عبدہ“ استحکام حاصل کر لیتا ہے تو گدائی کے کشکول کو بھی جام جم کا مرتبہ مل جاتا ہے۔، یعنی جب انسان خود کو صرف اس ذات اقدس کا بندہ سمجھ لیتا ہے اور کسی بھی باطل قوت کے آگے نہیں جھکتا تو اسے عظیم مقام و مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔“(۲۵)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

## تن آسانی و بے عملی

فکراتِ اقبال میں جو درس سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ خود داری، جہد مسلسل، کاوشِ پیہم، تحرک، جفاکشی اور محنت و مشقت کا ہے۔ ملک و ملت کے لیے افراد کا عیاش طبع، آرام طلب اور عشرت پسند ہونا زوال و گرواٹ کا باعث بنتا ہے جو آخر کار ذہنی و جسمانی غلامی پر منتج ہوتا ہے۔

> " خودی کے لئے 'سوال' اور احتیاج سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ کسی فرد یا قوم کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو جائے کہ قوت و طاقت، سطوت و حکومت اور جوشِ عمل زندگی کی اصل سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اُس کو اِس بات کا یقین ہو جائے کہ سخت کوشی کے مقابلے میں تن آسانی، اقتدار کے مقابلے میں مسکینی اور تونگری کے مقابلے میں افلاس بہتر اور افضل ہیں۔ "(۲۶)

اقبال کے نزدیک خودی کے ارتقا و استحکام کے ضمن میں سخت کوشی، قوت و طاقت، جرأت رندانہ اور مصائب و مشکلات کا جوانمردی سے مقابلہ کرنا از حد ضروری ہے جبکہ اس کے برعکس تن آسانی، کاہلی، بے عملی، بزدلی سے نہ صرف قوائے ذہنی و جسمانی مفلوج ہو جاتے بلکہ خودی کی تکمیل کا عمل بھی ضعف کا شکار ہو جاتا ہے۔

دل بتدریج از میانِ سینہ رفت
جوہر آئینہ از آئینہ رفت
آں جنونِ کوششِ کامل نماند
آں تقاضاے عمل در دل نماند
اقتدار و عزم و استقلال رفت
اعتبار و عزت و اقبال رفت
پنجہ ہائے آہنیں بے زور شد
مردہ شد دلہا و تنہا گور شد
زور تن کاہید و خوفِ جاں فزود
خوفِ جاں سرمایہ ہمت ربود

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06
ماخذ تحقیقی مجلہ

صد مرض پیدا شد از بے ہمتی (۲۷)
کوتہ دستی بیدلی دوں فطرتی

اُردو ترجمہ: ''اُن کا دل (جو کبھی جرأت و دلیری کا سرچشمہ / منبع تھا) سینے سے نکل گیا، گویا آئینے کی چمک آئینے سے جاتی رہی یعنی وہ جرأت و دلیری ختم ہو گئی۔ وہ پورے طور پر جدو جہد کرنے کا شوق و جذبہ نہ رہا اور عمل کا وہ تقاضا دل سے جاتا رہا یعنی شیروں کے اس گروہ (غالب قوم) کے سارے جذبے ٹھنڈے پڑ گئے اور ان کی زندگی بیکار ہو کر رہ گئی۔ اقتدار، عزم / ارادہ اور ثابت قدمی سے وہ محروم ہو گئے، ان کی ساکھ، عزت اور خوش بختی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لوہے ایسے مضبوط، پنجے کمزور ہو کر رہ گئے، دل مردہ ہو گئے اور جسموں نے قبر کی سی صورت اختیار کر لی۔ جسم اور اعضا بیکار اور سست ہو کر رہ گئے۔ (قوت عمل سے بیگانہ قوم کی یہی حالت ہوتی ہے۔) جسم کی قوت و طاقت گھٹ گئی اور جان کا خوف بڑھ گیا۔ جان کے اس خوف نے ہمت و عزم کی پونجی اڑا لی۔ جب ہر وقت جان کا خوف طاری رہے گا تو یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ایسا خوف زدہ انسان کم ہمتی اور بے بسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گا۔ (یہاں شیروں کے حوالے سے غالب قوم کا مغلوب قوم کی عیارانہ نصیحت پر عمل کرنے کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے۔) چنانچہ اس بے ہمتی کے نتیجے میں شیروں کو کئی مرض لاحق ہو گئے، جیسے کوتاہ دستی، بے دلی اور پست فطرتی۔''(۲۸)

اقبال تن آسانی، تساہل اور غفلت کے بے حد خلاف تھے وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ کوئی شرف و فضیلت آسانی سے ہاتھ نہیں آتی۔ کسی بھی فن میں کمال حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ اقبال کا تصور خودی دراصل اُم الفضائل ہے۔ اس لیے اس کا ہر مرحلہ سخت کوشی کا متقاضی ہے۔ سخت کوشی اقبال کے تفکر و تفلسف کا ایک اہم جزو ہے۔ ایک نصب العینی معاشرہ کا فرد ہونے کے ناطے سے اقبال مسلمان نوجوان کو خصوصیت کے ساتھ محنتی، متجسس، خطر پسند اور سخت کوش دیکھنے کے متمنی تھے۔

**غلامی و محکومی:**

اقبال کے نظامِ فکر میں انسانی استحصال کی جن صورتوں کی متعدد بار مذمت کی گئی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ خوفناک اور خطرناک غلامی و محکومی ہے۔ غلامی نہ صرف معاشرتی طرز زندگی کے لحاظ سے بدترین اور نا قابلِ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

ماخذ تحقیقی مجلہ

قبول ہے بلکہ یہ انسان کے قوائے فکری و روحانی کو بھی مفلوج کر دیتی ہے۔ غلامی معاشرتی ہو یا سیاسی، انفرادی ہو یا اجتماعی انسانیت کے لیے تباہ کن ہے کیونکہ یہ تخلیق و ہنر کے سوتے خشک کر دیتی ہے۔

زمحکومی مسلماں خود فروش است
گرفتار طِلسم چشم و گوش است
زمحکومی رگاں درتن چناں است
کہ مارا شرع و آئیں بارِ دوش است (۲۹)

اُردو ترجمہ:

بکا خوئے غلامی سے مسلماں
طلسم چشم و گوش اس کا ہے زنداں
ہیں محکومی سے تن میں یوں رگیں سست
کہ بار شرع و آئین سے ڈرے جاں (۳۰)

غلامی و محکومی سے نہ صرف معاشرہ گھٹن اور مایوسی کا شکار ہوتا ہے بلکہ یہ افراد معاشرہ کی صلاحیتوں کو بھی گہنا دیتی ہے۔ محکوم افراد کے پیش نظر صرف حاکم طبقہ کی خوشنودی اور خوشامد ہوتی ہے کیونکہ وہ ذہنی طور پر احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔

غلامی کیا ہے ؟ ذوقِ حُسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا
بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا (۳۱)

غلامی کا شکار معاشرہ سوز یقین اور قوت، عمل و فکر سے محروم ہو جاتا ہے۔ جوانمردی، شجاعت، ہمت، بہادری، بے باکی، سخاوت ایسی اخلاقی قدریں زوال کا شکار ہو جاتی ہیں۔۔ ایسی حالت غلامی کو اقبال موت سے بدتر خیال کرتے ہیں۔

موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام
مکر و فن خواجگی کاش سمجھتا غلام !

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06


شرعِ مُلو کا نہ میں جدتِ احکام دیکھ
صُور کا غوغا حلال ، حشر کی لذت حرام !
اے کہ غلامی سے ہے روح تری مُضمحل
سینہ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام ! (۳۲)

اقبال حریت و آزادی کو خودی کے استحکام ، توسیع اور ارتقاء کے ضمن میں ایک ناگزیر امر قرار دیتے ہیں۔ آزادی انسان کا فطری حق ہے کیونکہ آزادی کی بدولت ہی وہ نہ صرف اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہوتا ہے بلکہ اس کے حصول کی لگن اور طریقہ کار سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ بندہ آزاد قدرت کی عطا کردہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے لئے نئے مقاصد ، نئی منزلیں اور نئے راستے تلاش کرتا ہے۔ یہ جہد مسلسل اور مہم جوئی بالآخر تسخیر کائنات پر منتج ہوتی ہے اور مردان حُر پھر نئے اُفق تلاشتے ہیں اور یوں تخلیق مقصد اور مقصد آفرینی کا سفر اُس نصب العینی معاشرے کی تشکیل کا ضامن بن جاتا ہے۔ جس کے قیام کے اقبال متمنی تھے۔ جہاں افرادِ معاشرہ کو حریتِ گفتار، حریتِ فکر سمیت، مذہبی، سیاسی اور معاشرتی آزادی بھی حاصل ہو کیونکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے۔

پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی
ہے یہی اے بے خبر رازِ دوامِ زندگی
تو اسے پیمانہ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں ، ہر دم جواں ہے زندگی
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی
زندگانی کی حقیقت کو ہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی
بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06
ماخذ تحقیقی مجلہ

آشکارا ہے یہ اپنی قُوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی [۳۳]

علامہ اقبال نے اپنے وجدان و بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے بنی نوع انسان کو اسلام کے اصولوں اور توحید پر مبنی نصب العین سے روشناس کروایا۔ عقیدہ توحیدہ سے آشنا شخص انتہائی خود دار اور عزتِ نفس کا حامل ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خدا ایک ہے اور وہی مالک، رازق، عزت دینے والا، موت دینے والا، نفع و نقصان پہنچانے والا ہے۔ کوئی اور ہستی ذرہ برابر بھی اُس کی صفات میں شامل نہیں ہے۔ یہی یقین انسان کو ہر چیز سے بے خوف کر دیتا ہے۔

یوسف سلیم چشتی فکراتِ اقبال کے حوالے سے واضح کرتے ہیں:

"اسلام کو اگر ایک اخلاقی نصب العین کی حیثیت سے دیکھا جائے تو وہ ہمیں ایک خدا پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور اسی اسلام کو اگر ایک عمرانی نظام کی حیثیت سے دیکھا جائے تو وہ کچھ نہیں ہے مگر اسی عقیدہ توحید کو بنی آدم کی عقل اور جذباتی زندگی میں عنصر فعال بنا دینے کا دوسرا نام ہے۔ یعنی دین اسلام وہ ضابطہ ہے جو توحید کے عقیدہ کو انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں حکمران اور مؤثر بنا دیتا ہے۔" [۳۴]

اقبال کے نزدیک ہر وہ کام جو انسانی شخصیت و خودی کو بہتر بنائے اور ترقی دے، وہ عمدہ ہے اور خودی کو کمزور اور ضعیف کرنے والا ہر کام مذموم اور غیر پسندیدہ ہے۔ ایک منظم، متوازن اور فلاحی معاشرہ کی تشکیل کے ضمن میں اقبال جن اخلاقی اقدار و صفات کو انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر خودی کی توسیع و تقویم کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں ان میں شرفِ انسانی، سخت کوشی، تخلیقِ مقصد، سوز و عشق، استقامت، جرات و شجاعت، حریت و مساوات، غیرت و حمیت، اولوالعزمی، صدق و یقین اور تسخیرِ فطرت اہم ترین ہیں۔ انسانِ کامل کا کردار ان صفات سے متصف ہونا چاہیے تا کہ وہ نیابت الٰہی کے منصب پر فائز ہو سکے۔

## حوالہ جات

۱۔ یوسف حسین، ڈاکٹر، "روح اقبال"، لاہور، القمر انٹر پرائزر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، ۲۰۱۰ء، ص ۱۳۴
۲۔ سید عبد اللہ، ڈاکٹر، " علامہ اقبال کے چند نئے رخ"، لاہور، حاجی حنیف اینڈ پرنٹرز، ۱۹۹۹ء، ص ۸۰
۳۔ فرمان فتح پوری، پروفیسر، " اقبال سب کے لیے"، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۸ء، ص ۸۱

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06


۴۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،" کلیات اقبال فارسی "،لاہور،اقبال اکادمی،پاکستان،۲۰۲۴ء،ص۱۰۰۲

۵۔ خواجہ حمید یزدانی،ڈاکٹر،" شرح جاوید نامہ " ،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۵،ص۳۲۴

۶۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،"کلیاتِ اقبال فارسی "ص۱۲۸

۷۔ یوسف سلیم چشتی،پروفیسر،" شرح رموز بیخودی"،دہلی،کوہ نور پریس،۱۹۷۵ء،ص۱۲۹

۸۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،"کلیات اقبال اُردو" ،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۱۳ء،ص۵۳۲

۹۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،"کلیات اقبال فارسی "ص۱۹۷

۱۰۔ خواجہ حمید یزدانی،ڈاکٹر،" شرح اسرار ورموز "،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۴،ص۳۱۹

۱۱۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،" کلیاتِ اقبال اُردو "ص۶۷۷

۱۲۔ ایضاً،ص۶۳۴

۱۳۔ ایضاً،ص۴۶۱

۱۴۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،" کلیات اقبال،فارسی " ص۶۹

۱۵۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،" اسرارخودی" مترجم:ڈاکٹر سید حامد حسین،دہلی،کوہ نور پریس،۱۹۷۸ء،ص۵۹

۱۶۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،" کلیاتِ اقبال اُردو"ص۳۸۹

۱۷۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،" کلیاتِ اقبال فارسی "ص۱۲۲

۱۸۔ یوسف سلیم چشتی،پروفیسر،" شرح رموز بیخودی" ص۱۰۹

۱۹۔ ممتاز حسن:"اقبال(ممتاز حسن کی نظر میں)" مرتب:ڈاکٹر محمد معزالدین،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، طبع اوّل،۱۹۸۱ء،ص۱۱۱

۲۰۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،"کلیاتِ اقبال فارسی "ص۱۲۳

۲۱۔ خواجہ حمید یزدانی،ڈاکٹر،"شرح اسرار ورموز "ص۲۰۴

۲۲۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،" کلیاتِ اقبال فارسی " ص۶۱

۲۳۔ خواجہ حمید یزدانی،ڈاکٹر،"شرح اسرار ورموز "ص۹۴

۲۴۔ محمد اقبال،ڈاکٹر،" کلیات اقبال،فارسی "ص۱۱۹

۲۵۔ خواجہ حمید یزدانی،ڈاکٹر،" شرح اسرار ورموز "ص۱۹۸

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-06

ماخذ تحقیقی مجلّہ

۲۶۔ محمد عثمان، پروفیسر، "اسرار ورموز پر ایک نظر"، لاہور، اقبال اکادمی، طبع دوم، ۱۹۷۷ء، ص۳۳

۲۷۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، "کلیات اقبال فارسی" ص۴۷

۲۸۔ خواجہ حمید یزدانی، ڈاکٹر، "شرح اسرار ورموز" ص۶۷

۲۹۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، "کلیات اقبال" ص۱۱۵۹

۳۰۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، "ارمغانِ حجاز" مترجم :مسعود قریشی، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، طبع اوّل ۱۹۹۵ء، ص۱۶

۳۱۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، "کلیات اقبال اُردو" ص۳۶۱

۳۲۔ ایضاً، ص۳۸۷

۳۳۔ ایضاً، ص۲۸۷

۳۴۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، "شرح رموز بیخودی" ص۹۱